ربیع الاول ۱۴۰۱ھ میں پاکستان ٹیلی ویژن پر پیش کیا جانے والا سلسلۂ تقاریر

رسول کامل ﷺ

مقرر : ڈاکٹر اسرار احمد

(۱۱)

اُمّتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ کے اہم خدوخال

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

﴿ وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِى الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِى الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا○ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ ؕ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا○ ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَاَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَجَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا○ اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ ۣ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا ؕ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا○ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ ۚ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا ۘ وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا○ ﴾ (بنی اسرائیل : ۴-۸)

"اور ہم نے (ان کی) کتاب (توراۃ و دیگر صحف) میں بنی اسرائیل کو اس بات پر بھی متنبہ کر دیا تھا کہ تم دو مرتبہ زمین میں فساد عظیم برپا کرو گے اور بڑی سرکشی دکھاؤ گے۔ آخر کار جب ان میں سے پہلی سرکشی کا موقع آیا تو (اے بنی اسرائیل!) ہم نے تمہارے مقابلے میں اپنے ایسے بندے اٹھائے جو نہایت زور آور تھے اور وہ تمہارے ملک میں گھس کر ہر طرف پھیل گئے۔ یہ ایک وعدہ تھا جسے پورا ہو کر ہی رہنا تھا۔ اس کے بعد ہم نے تمہیں ان پر غلبے کا موقع دے دیا اور تمہیں مال اور اولاد سے مدد دی اور تمہاری تعداد پہلے سے بڑھا دی۔ دیکھو! تم نے بھلائی کی تو وہ تمہارے اپنے ہی لئے بھلائی تھی اور برائی کی تو وہ تمہاری اپنی

ذات کے لئے برائی ثابت ہوئی۔ پھر جب دوسرے وعدے کا وقت آیا تو ہم نے تمہارے دشمنوں کو تم پر مسلط کر دیا تاکہ وہ تمہارے چہرے بگاڑ دیں اور مسجد (بیت المقدس) میں اس طرح گھس جائیں جس طرح پہلے دشمن گھسے تھے اور جس چیز پر ان کا ہاتھ پڑے اسے تباہ کر کے رکھ دیں۔ ہو سکتا ہے کہ اب تمہارا رب تم پر رحم کرے' لیکن اگر تم نے اپنی سابق روش کا اعادہ کیا تو ہم بھی پھر اپنی سزا کا اعادہ کریں گے۔ اور کفرانِ نعمت کرنے والے لوگوں کے لئے ہم نے جہنم کو قید خانہ بنا رکھا ہے۔"

قرآن حکیم کے بالکل وسط میں سورۂ بنی اسرائیل واقع ہے۔ اس کے پہلے رکوع میں بنی اسرائیل کی تاریخ کے چار ادوار کا ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فیصلے کا' جس کا اعلان ان کی کتاب (تورات و دیگر صحف) میں کر دیا گیا تھا' اظہار فرمایا ہے کہ ان پر اپنی تاریخ کے دوران دو مرتبہ عذاب الٰہی کے کوڑے برسے ہیں۔

ترمذی شریف کی ایک حدیث میں آنحضور ﷺ کا یہ فرمان نقل ہوا ہے :

((لَیَأْتِیَنَّ عَلٰی اُمَّتِیْ مَا اَتٰی عَلٰی بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ)) (۱)

"میری امت پر بھی وہ تمام احوال وارد ہو کر رہیں گے جو بنی اسرائیل پر ہوئے تھے' بالکل ایسے جیسے ایک جوتا دوسرے جوتے کے مشابہ ہوتا ہے۔"

اس حدیث کی روشنی میں اگر ہم دیکھیں تو امت مسلمہ کی چودہ سو سالہ تاریخ بھی چار ادوار میں منقسم نظر آتی ہے' جیسے چار ادوار بنی اسرائیل کی تاریخ میں نظر آتے ہیں۔ دو عروج اور دو زوال ــــــ ان کے عروج اوّل کا نقطۂ کمال (Climax) حضرت طالوت' حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا عہدِ حکومت ہے۔ اس کے بعد زوال اوّل آتا ہے' جو ۵۸۷ء قبل مسیح میں اپنی انتہا کو پہنچ جاتا ہے۔ بخت نصر (جسے "نبوکد نضر" بھی کہا گیا ہے) کے حملے کے وقت بیت المقدس تباہ و برباد ہو کر رہ جاتا ہے' ہیکلِ سلیمانی مسمار کر دیا جاتا ہے' لاکھوں یہودی قتل ہوتے ہیں اور چھ لاکھ یہودیوں کو وہ اسیر بنا کر بابل (Babilonia) لے جاتا ہے۔ اس کے بعد پھر ان کے عروج کا ایک دور آتا ہے' جس کا سب سے بڑا مظہر سلطنتِ مکاوی کا ظہور ہے۔ پھر وہ اپنے دوسرے زوال سے دوچار ہوتے ہیں۔ اس کا آغاز ۸۰ء میں رومی جنرل طائطس (Titus) کے حملے سے ہوتا ہے' جس نے پھر بیت المقدس کو تاخت و

تاراج کیا۔ اس کے بعد سے اب تک بنی اسرائیل پستی و زوال اور اضمحلال کا شکار ہیں۔ وقفے وقفے سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کے کوڑے ان کی پیٹھ پر برس رہے ہیں۔ ماضی قریب میں سلطنتِ اسرائیل کی شکل میں انہوں نے ذرا سا سانس لیا ہے' لیکن یہ معلوم ہے کہ وہ بھی اپنے بل بوتے پر نہیں بلکہ امریکہ کی شہ پر اور اسی کے سہارے سے۔

اس نقشے کو پس منظر میں رکھئے اور اب آیئے اُمّتِ محمد علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی تاریخ کی جانب۔ ہمارا عروج اوّل تقریباً ۴۰۰ سال پر پھیلا ہوا ہے۔ یہ عروج ساتویں' آٹھویں' نویں اور دسویں صدی عیسوی کا زمانہ ہے۔ یہ عروج عربوں کی زیر قیادت ہوا۔ یہ چار سو سال ایسے گزرے ہیں کہ زمین پر عظیم ترین مملکت' اسلامی مملکت تھی۔ اور یہ اسلامی مملکت صرف ایک عسکری اور سیاسی قوت نہ تھی بلکہ اس میں تہذیب و تمدن اور علوم و فنون اپنے پورے نقطہ عروج کو پہنچے ہوئے تھے۔ یہ ہمارا پہلا عروج ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ تاریخ انسانی میں اس سے پہلے اتنی عظیم الشان مملکت کی کوئی مثال موجود نہیں تھی۔ لیکن پھر ہمارا زوال آیا۔ اس زوال کا اصل سبب جان لینا چاہئے کہ قرآن مجید میں بطور تنبیہہ (Warning) ارشاد فرمایا گیا تھا:

﴿ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ﴾ (محمد : ۳۸)

یعنی اے محمد (ﷺ) کے ماننے والو! اگر تم نے پیٹھ موڑ لی' ان مقاصد کی تکمیل کے بجائے جو محمد (ﷺ) کے امتی ہونے کی حیثیت سے تمہارے سپرد کئے گئے ہیں' اگر تم نے اپنی ذاتی منفعت اور ذاتی اقتدار کو ہی مطلوب و مقصود بنا لیا اور تم بھی دنیا کے عیش میں پڑ گئے تو جان لو کہ ہماری سُنّت کا ظہور ہو گا۔ ہم تمہیں ہٹائیں گے' کسی اور کو لے آئیں گے۔

ظاہری اعتبار سے اسبابِ زوال کا خلاصہ مطلوب ہو تو وہ علامہ اقبال کے اس شعر میں موجود ہے ؎

میں تجھ کو بتاتا ہوں تقدیرِ اُمم کیا ہے
شمشیر و سناں اوّل ' طاؤس و رباب آخر

چنانچہ جب ہمارا حال بھی "طاؤس و رباب آخر" کی تصویر بن گیا تو ہم زوال سے دوچار ہوئے۔ عذابِ الٰہی کے کوڑے ہماری پیٹھ پر برسے' پہلے صلیبیوں کی شکل میں اور پھر فتنۂ تاتار

کی صورت میں۔ پھر ۱۲۵۸ء میں وہ اپنے پورے نقطۂ عروج کو پہنچ گئے جب سلطنت یا خلافتِ بنی عباس کا چراغ گُل ہو گیا اور عالمِ اسلام پورے کا پورا ایسے ضعف و اضمحلال کا شکار ہوا کہ بظاہر احوال کوئی اندازہ نہیں کیا جا سکتا تھا کہ اسے دوبارہ بھی اٹھنا نصیب ہو گا۔ لیکن پھر اسی سنّتِ الٰہی کا ظہور ایک عجیب شان کے ساتھ ہوا۔ بقول علامہ اقبال مرحوم ؎

ہے عیاں فتنۂ تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

اللہ نے جن کو عذاب کا کوڑا بنا کر مسلمانوں کی پیٹھ پر برسایا تھا' انہی کو ایمان و اسلام کی توفیق عطا فرما دی' انہی کے ہاتھ میں اپنے دین کا علم تھما دیا۔ چنانچہ یہ تین ترک قبیلے ہی ہیں کہ جن کی زیر سیادت و قیادت پھر اسلام کو اپنے دوسرے عروج کا دور دیکھنا نصیب ہوا۔ ترکانِ تیموری نے ہندوستان میں ایک عظیم مملکت قائم کی۔ صفوی حکومت جو ایران میں قائم ہوئی' اصلاً وہ بھی ایک ترک حکومت تھی۔ پھر سلطنتِ عثمانیہ (ترکی) قائم ہوئی اور پورا عالمِ عرب اور پورا شمالی افریقہ اس کے زیر نگیں آیا۔ انہی کے ہاں پھر خلافت کا احیاء ہوا۔ چوتھی بنو امیہ کی وہ سلطنت جو اندلس میں تھی۔ ان چار عظیم مملکتوں کی صورت میں دنیا میں پھر مسلمانوں کی سطوت کا ڈنکا بجا۔

لیکن اس عروج کے بعد پھر زوال ثانی آیا۔ یہ درحقیقت یورپی استعمار کے ہاتھوں آیا۔ اس کا نقطۂ آغاز پندرہویں صدی عیسوی کے اختتام پر سلطنت اندلس (ہسپانیہ) کا زوال ہے۔ ۱۴۹۲ء میں سقوط غرناطہ کے بعد یوں سمجھئے کہ وہ سلطنت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مٹ گئی جس کا مرثیہ علامہ اقبال نے اس طرح کہا ہے ؎

غلغلوں سے جس کی لذّت گیر اب تک گوش ہے
کیا وہ تکبیر اب ہمیشہ کے لئے خاموش ہے؟

اس کے بعد ۱۵۴۸ء میں واسکوڈی گاما نے وہ راستہ تلاش کر لیا جس سے مغربی استعمار کا سیلاب عالم اسلام کے دائیں بازو یعنی مشرق بعید (Far East) پر حملہ آور ہوا۔ ملایا اور انڈونیشیا کی مملکتیں اور اس کے بعد ہندوستان کی عظیم سلطنت مغربی استعمار کا نوالہ بن گئیں۔ ہماری بڑی بڑی سلطنتیں اور مملکتیں کچے گھروندوں کی مانند مغربی استعمار کے سیلاب میں بہتی

چلی گئیں۔ یہ عمل بیسویں صدی عیسوی کے آغاز میں اپنے نقطۂ عروج کو پہنچا جب پہلی جنگِ عظیم کے بعد دنیا کا یہ نقشہ سامنے آیا کہ سلطنتِ عثمانیہ ختم ہو گئی' ترکی کے نام سے ایک چھوٹا سا ملک باقی رہ گیا۔ پورا عالمِ عرب مغلوب ہو گیا۔ اس کے حصّے بخرے کر لئے گئے۔ اس کی خبر دی تھی نبی اکرم ﷺ نے کہ :

((يُوْشِكُ الْأُمَمُ اَنْ تَدَاعٰى عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الْاَكَلَةُ اِلٰى قَصْعَتِهَا))

یعنی "مسلمانو! اندیشہ ہے کہ تم پر ایک وقت ایسا آئے گا کہ اقوامِ عالم تم پر ایک دوسرے کو ایسے دعوت دیں گی جیسے دعوتِ طعام کا اہتمام کرنے والا دستر خوان چنے جانے کے بعد مہمانوں کو بلایا کرتا ہے کہ آیئے اب کھانا تناول فرمایئے' اس طرح تم اقوامِ عالم کے لئے لقمۂ تر ہو جاؤ گے"۔

صحابہ نے بڑے تعجب کے ساتھ سوال کیا:

((مِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ؟))

"حضور ﷺ! کیا یہ اس لئے ہو گا کہ اُس روز ہماری تعداد بہت کم ہو جائے گی؟"

حضور ﷺ نے فرمایا : نہیں' ((بَلْ اَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيْرٌ' وَلٰكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ ' وَلَيَنْزِعَنَّ اللّٰهُ مِنْ صُدُوْرِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ وَلَيَقْذِفَنَّ فِيْ قُلُوْبِكُمُ الْوَهْنَ)) یعنی "نام کے مسلمان تو بہت ہوں گے۔ تمہاری تعداد تو بہت ہو گی لیکن تمہاری حیثیت سیلاب کے اوپر کے جھاگ کی مانند ہو کر رہ جائے گی۔ اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے دل سے تمہاری ہیبت نکال باہر کرے گا اور خود تمہارے دلوں میں وہن (کی بیماری) ڈال دے گا"۔ اس پر سوال ہوا:

((مَا الْوَهْنُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟))

تو آپ ﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا :

((حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ)) (۲)

"دنیا کی محبت اور موت سے کراہت"۔

یہ نقشہ جو ہمیں اس حدیث نبویؐ میں نظر آتا ہے' بیسویں صدی کے بالکل آغاز میں عالم اسلام میں بچشمِ سر دیکھا گیا ہے۔ وہ وقت تھا جب ایک دلِ دردمند کی صدا سننے میں آئی تھی۔ مولانا حالی نے مسدس کی پیشانی پر جو شعر لکھے ہیں وہ اسی صورت حال کے عکاس ہیں :

پستی کا کوئی حد سے گزرنا دیکھے   اسلام کا گر کر نہ ابھرنا دیکھے

مانے نہ کبھی کہ مدّ ہے ہر جزر کے بعد دریا کا ہمارے جو اترنا دیکھے

اور خاتمے پر بحضور سرورِ عالم ﷺ جو مناجات ہے' اس کا آغاز ان اشعار سے ہوا ؎

اے خاصہء خاصانِ رُسل وقتِ دعا ہے
اُمّت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے
وہ دین جو بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں وہ آج غریب الغرباء ہے

یہ تھا نقشہ بیسویں صدی کے آغاز میں۔ البتہ یہ بات نوٹ کر لینے کی ہے کہ اس کے بعد سے اب تک ایک دوہرا عمل ہمارے سامنے آیا ہے۔ ایک طرف ہمارے انحطاط اور زوال و اضمحلال کے سائے مزید گہرے ہوتے چلے گئے' بیت المقدس دوسری مرتبہ ہمارے ہاتھ سے چھنا اور اب بھی وہ ایک مغضوب علیہم قوم کے قبضے میں ہے' سقوطِ ڈھاکہ اور عرب اسرائیل جنگوں میں جو مسلمانوں کو شکستیں ہوئیں' یہ عذابِ الٰہی کے کوڑے ہیں جو ہماری پیٹھ پر برس رہے ہیں۔ لیکن دوسری طرف ایک احیاء و تجدید کی تحریک بھی شروع ہو چکی ہے۔ ایک احیائی عمل کا آغاز بھی ہو چکا ہے۔ اس کے پہلے مرحلے (Phase) سے بحمد اللہ اور بفضلہٖ تعالیٰ امّتِ مُسلمہ کسی حد تک گزر بھی چکی ہے۔ چنانچہ پورے عالم اسلام سے مغربی استعمار کا تقریباً خاتمہ ہو چکا ہے۔ اس سیلاب کا رخ موڑا جا چکا ہے۔ سیاسی اعتبار سے تقریباً پورا عالم اسلام آزادی حاصل کر چکا ہے اگرچہ ذہنی غلامی ابھی باقی ہے' تہذیبی و علمی اور فنی غلامی ابھی برقرار ہے۔

بایں ہمہ یہ بھی بہت بڑی نعمت ہے کہ سیاسی طور پر عالم اسلام کی عظیم اکثریت آزادی سے ہمکنار ہو چکی ہے۔ تاہم اصل کام ابھی باقی ہے۔ بقول علامہ اقبال ؎

وقتِ فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے
نورِ توحید کا اِتمام ابھی باقی ہے!

وہ کام جو محمدؐ رسول اللہ ﷺ امت کے حوالے فرما کر گئے تھے' آپؐ کی جو امانت ہمارے پاس ہے' وہ فرضِ منصبی جو بحیثیتِ اُمّت ہمارے کاندھوں پر ہے جب محمدؐ رسول اللہ ﷺ کے کاندھے پر آیا تھا تو وحی آسمانی نے پیشگی طور پر فرما دیا تھا کہ :

﴿ اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْکَ قَوْلاً ثَقِیْلاً○ ﴾ (المزمل:۵)

"(اے محمد ﷺ!) ہم آپؐ پر ایک بڑی بات ڈالنے والے ہیں"۔

وہ بھاری بوجھ ہے جو اُمّتِ مُسلمہ کے کاندھے پر ہے۔ یہ اُمّت پیغامِ محمدیؐ کی امین ہے' یہ دینِ خداوندی کی علم بردار ہے۔ اس پیغام کو پوری نوعِ انسانی تک پہنچانا اس کے ذمہ ہے۔ اس دین کو قائم اور نافذ کرنا اور پھر نوعِ انسانی کو اس نظامِ عدلِ اجتماعی سے روشناس کرانا جو محمدؐ رسول اللہ ﷺ اس دنیا میں لائے تھے' یہ ہے ہمارا فرضِ منصبی' یہ ہیں ہماری ذمہ داریاں۔ واقعہ یہ ہے کہ دنیا میں ہمارا عروج اور ہماری عزت و وقار کا معاملہ دوسری قوموں پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ ہم دنیا میں معزز اور سربلند اس وقت تک نہیں ہو سکتے جب تک ہم اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لئے محنت' سعی و کوشش اور جدوجہد نہ کریں ؎

اپنی مِلّت پر قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمیؐ

گویا ہمارے عروج و زوال کا معاملہ دنیا کی عام قوموں کے عروج و زوال کے اسباب سے بالکل جدا ہے۔ ہمارے ذمہ جو فرضِ منصبی ہے' اگر اس کو ادا کریں گے تو تائیدِ خداوندی ہمارا ساتھ دے گی۔ بقول علامہ اقبال ؎

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں!

فَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ○ وَ آخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ○○

حواشی

(۱) سنن الترمذی' کتاب الایمان عن رسول اللّٰہ ﷺ ' باب ما جاء فی افتراق ھٰذہ الامۃ

(۲) سنن ابی داوٗد' کتاب الملاحم' باب فی تداعی الامم علی الاسلام